مولانا شہاب الدین ندوی

علوم طبعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں!

اس قسم کی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذاہب عالم میں قرآن حکیم ہی وہ واحد صحیفہ ہے جو نوع انسانی کے سامنے عقلی اور سائنٹیفک انداز میں اپنی دعوت پیش کرتا ہے کیونکہ اس طریقے کے مطابق انسان کو جو علم حاصل ہوگا وہ مضبوط و پائیدار ہوگا۔ کیونکہ وہ مضبوط علمی بنیادوں پر مبنی ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے فکری طوفانوں کے مقابلے میں غیر متزلزل رہے گا۔ لہذا ایمان و یقین کی مضبوطی کے لئے اس علم کا وجود بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس علم کو اتنی اہمیت دیتے ہوئے اسے اپنے صحیفۂ ابدی میں نمایاں جگہ دی ہے تاکہ اس کے پیرو ہر دور کے باطل اور باطل قوتوں کا مقابلہ پوری پامردی کے ساتھ کرتے ہوئے باطل افکار و فلسفوں کے مقابلے میں دین حق کی برتری ثابت کریں۔ اس اعتبار سے یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو علمائے اسلام پر خدا کی جانب سے عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کی ضرورت و اہمیت کو سمجھیں اور اس میدان کو سر کر کے عالم انسانی کی رہنمائی کریں اور اس لحاظ سے آج عالم انسانی کی راہ نمائی کریں۔ اور اس لحاظ سے آج عالم انسانی علمائے اسلام کی راہ نمائی کا منتظر ہے۔

علماء زمین میں اللہ کے امین

غرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طبیعی یا علم اشیاء کی اہمیت و فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور ان دونوں کے جامع علماء ہی مکمل علم کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ ان میں سے کسی ایک ہی علم کے حامل ہوں تو گویا کہ وہ "آدھے علم" کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کی تقسیم و تفریق سے معاشرہ میں اونچ و نیچ اور افراط و تفریط پیدا ہوگی۔ اور نا قابل حل مسائل کھڑے ہوں گے جو جھگڑے اور فسادات کو جنم دیں گے۔ جیسا کہ آج واقعات کی دنیا میں یہ صورت حال درپیش ہے چنانچہ قدیم اور جدید کی تقسیم کی وجہ سے ان دونوں علوم کے دھارے الگ ہی الگ بہہ رہے ہیں۔ اور ان

دونوں میں ربط و تعلق اور ایک دوسرے کی ہمنوائی کے بجائے باہمی تصادم اور معرکہ آرائی دکھائی دیتی ہے حالانکہ ان دونوں میں حقیقتاً کسی قسم کا تعارض و تضاد موجود نہیں۔ لہٰذا ان دونوں علوم کو پھر سے ملانا اور ان کے درمیان کھڑی کی ہوئی مصنوعی خلیجوں کو پاٹنا ضروری ہے۔ تاکہ قرون وسطیٰ کے اسلامی دور کی طرح موجودہ دور میں بھی ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ یا دوبارہ سربلندی کا سامان فراہم ہو۔ کیونکہ موجودہ دور میں کوئی بھی قوم جدید علوم و فنون سے بیگانہ رہ کر نہ اپنے آپ کو ترقی یافتہ ثابت کر سکتی ہے اور نہ اپنے دین و مذہب کا صحیح معنوں میں دفاع کر سکتی ہے۔ کیونکہ نئے علوم اور نئے افکار نے مذاہب عالم کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں اس حیثیت سے ملت اسلامیہ کو آج نہ صرف اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لئے ان علوم میں دسترس حاصل کرنا ضروری ہے بلکہ درحقیقت ان کے ذریعہ خود اپنے دین و ایمان کو بھی مضبوط بنانا ہے۔ اس طرح ان علوم کے ذریعہ دوسرے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں لیکن ان علوم سے کنارہ کشی کے باعث نہ صرف ہم خود کمزور ہوں گے بلکہ ہمارا دین اور ہماری شریعت بھی عقلی و سائنٹیفک استدلال کے میدان میں کمزور رہے گی۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کو ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح کیا گیا ہے تاکہ وہ دلیل و استدلال کے میدان میں ہمیشہ سدا بہار رہے۔ اور اس کے دلائل کسی بھی دور میں فرسودہ یا آؤٹ آف ڈیٹ نہ ہونے پائیں۔ یہ خدائے ازل کی عجیب و غریب حکمت و منصوبہ بندی ہے۔

بہرحال اس موقع پر یہ حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر آیات کے تقاضوں کے مطابق مظاہر عالم میں غور و خوض اور تفکر و تدبر کی بدولت نئے نئے حقائق و بصائر منظر عام پر آئیں گے جو نئے علوم اور فنون کو جنم دینے والے ہوں گے۔ اس اعتبار سے وہ جدید علوم جو مظاہر کائنات میں غور و فکر کے نتیجے میں وجود میں آچکے ہیں۔ وہ سب اس قرآنی دعوت فکر ہی کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ان علوم کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ جدید علوم و مسائل کا قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا۔ دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ دین ابدی کی اصلیت سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے اور ایسے لوگ نوع انسانی کو صحیح راہ ہدایت دکھانے کے بجائے اسے مزید برگشتہ کرنے اور دین کی اصلیت کو مشتبہ کرنے کا باعث ہوں گے۔ موجودہ دور میں دین سے عمومی بیزاری کا ایک بڑا سبب اسی قسم کی "علم بیزاری" ہے جس کو اب بالکل ختم کرنا اور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس طرح "دین بیزار" ہے۔ اسی طرح ہمارا قدیم طبقہ "علم بیزار" دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ آپس کی غلط فہمیاں ہیں۔ اور یہ غلط فہمیاں جب تک دور نہ ہوں گی ان دونوں طبقوں

کا پہلے سے شبہ و شکر ہونا ممکن نہیں ہے۔ مگر اس کے لئے پہل دیندار طبقہ ہی کو کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہی وہ طبقہ ہے جو قرآن حکیم جیسی ابدی کتاب کا حامل ہونے کی وجہ سے ایک جامع دستاویز کا حامل ہونے کی وجہ سے ایک جامع دستاویز کا حامل اور زمین میں اللہ کا امین[1] ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے نگران اور علم و دین کا محافظ۔ لہٰذا علم کی حفاظت ایک عالم کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اور یہ ذمہ داری صحیح معنی میں علماء یا اللہ کے امین ہی ادا کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس کی اہمیت سمجھ لیں۔

حاصل یہ کہ آج علماء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے عالم انسانی کی درستی کے لئے ہر ممکن جد و جہد کرنا چاہئے۔ کیونکہ اصلاح عالم کا بار بوجھ انہی کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔

قرآن حکیم کا علمی اعجاز اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ "خدائی نشانات" یا تکوینی (نیچرل) دلائل و شواہد جن کو مذکورہ بالا آیات میں "الآیات" کہا گیا ہے وہ ہر دور کے علوم و فنون کے ساتھ ساتھ بڑھتے چلتے ہیں۔ اور ان کی صداقت و حقانیت خود انسانی علوم کی ترقی کے باعث بہتر سے بہتر طور پر ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور خدائی الفاظ و کلمات کی قدر و قیمت اور ان کے حیرت انگیز نئے نئے پہلو ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جو نوع انسانی کی عبرت و بصیرت کے لئے نئے نئے انداز و زاویے فراہم کرتے ہیں۔ مگر ان کا مفہوم و مصداق کسی بھی دور میں غلط یا مہمل ہونے نہیں پاتا۔ بالفاظ دیگر انسانی علوم خواہ کتنی ہی ترقی کر لیں قرآنی الفاظ اور ان کے مفہومات کی صداقت متاثر نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ ایک انسانی کلام میں یہ حیرت انگیز خصوصیت ہرگز نہیں پائی جا سکتی۔ بلکہ اس اعتبار سے انسانی علوم اور اس کی ترقیاں خود انسان کے لئے حجت بن جاتی ہیں۔ یہ اس کتاب حکمت کا ایک نہایت درجہ روشن اور تابناک پہلو ہے۔ لہٰذا دین برحق کے علمبرداروں کو قرآن حکیم کی روشنی میں نئے علوم اور نئے مسائل کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور ان علوم کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر اس کتاب حکمت کے نئے نئے پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہئے۔ اس طرح اس عظیم کتاب کا علمی اعجاز ہر دور میں ظاہر ہوتا رہے گا۔ اور وہ کبھی عصری علوم سے مغلوب، یا شکست خوردہ نہیں ہو سکے گا۔

واضح رہے کہ جدید سے جدید تر علوم و فنون اور ان کی تحقیقات کے باوجود آج تک قرآن حکیم کا کوئی بھی دعویٰ غلط یا مہمل ثابت نہیں ہو سکا ہے جب کہ انسانی علوم و افکار کے زمین و آسمان ہی بدل گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نئے نئے

---

[1] جیسا کہ ایک حدیث میں کہا گیا ہے: "العالم امین اللہ فی الارض" (کنز العمال ۱۰/۷۷)

علوم و فنون کے ظہور کے باعث قرآن حکیم کے بیانات اور اس کے دعووں میں مزید نکھار پیدا ہو رہا ہے اور اس کے ابدی حقائق نکھر نکھر کر سامنے آرہے ہیں۔ جو نوعِ انسانی کو مبہوت و ششدر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ جدید علمی تحقیقات کے باعث قرآن مجید کے بیانات متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جدید علوم کی روشنی میں اس کی تفسیر نہیں کرنی چاہئے۔ ایک موہوم سا خدشہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض ایک وہم ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔ کہ خدائی کلمات اور اس کی باتیں پتھر کی لکیر کی طرح مضبوط و مستحکم ہوتی ہیں۔ جن کو علمی حیثیت سے کبھی کسی قسم کا زوال نہیں آسکتا۔ اس کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے کلام میں باطل کا گذر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

الٓرٰ کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر ۝ (ھود ۱)

الف، لام، را یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں (علمی اعتبار سے) مستحکم کردی گئی ہیں۔ پھر (معنوی اعتبار سے) ان کی تفصیل (خدائے) دانا و باخبر کی جانب سے کی گئی ہے۔

و تمت کلمت ربک صدقاً و عدلاً لا مبدل لکلمتہ (انعام ۱۱۵)

اور تیرے رب کی بات سچائی اور اعتدال کے لحاظ سے پوری ہوئی۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

و انہ لکتب عزیز۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۝ (حٰم سجدہ ۴۱-۴۲)

یہ ایسی کتاب ہے جو (ہمیشہ) غالب رہے گی اس میں غلط (اور غیر واقعی) بات نہ آگے سے داخل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے (کیونکہ) یہ حکمت اور خوبیوں والی ہستی کی جانب سے اتاری ہوئی ہے۔

علم طبیعی کا ایک امتیاز قرآن کی نظر میں یوں تو شریعت اور طبیعت و فطرت (نیچر) دونوں برابر برابر ہیں۔ مگر ایک حیثیت سے علم اشیاء علم شریعت پر مقدم ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے شریعت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اور دین متین کے دست و بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ علم طبیعی میں حیرت انگیز طور پر علم شرعی کے اثبات کے دلائل و براہین ودیعت کردئے گئے ہیں۔ جو ان دونوں کے من جانب اللہ ہونے کی

ایک بیّن دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں میں اختلاف ہوتا یا یہ دونوں ایک ہی سرچشمے سے برآمد نہ ہوئے ہوتے تو پھر یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھنے کو نہ ملتا۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم نے ان دونوں سے برابر برابر تعرض کیا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہمنوا قرار دیا ہے۔

خلق اللہ السموٰت والارض بالحق ط ان فی ذالک لاٰیۃ للمومنین (عنکبوت ۴۴)

اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حقانیت سے پیدا کیا ہے اس میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔

غرض علم اشیاء (جس کو موجودہ اصطلاح میں سائنس کہا جاتا ہے) کی یہی وہ اہمیت ہے جس کی بنا پر دنیا کے اولین انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اس علم سے نوازا گیا۔ اور اس کی تعلیم علم شریعت پر بھی مقدم تصور کی گئی۔ اور اسی علم کی بنا پر آپ کو مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اس سلسلے میں دلیل ناطق ہے۔

وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملٰئکۃ فقال انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صٰدقین قالوا سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا ط انک انت العلیم الحکیم قال یٰادم انبئھم باسمائھم فلما انباھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض ط واعلم ما تبدون وما تکتمون۔ (بقرہ ۳۱، ۳۳)

اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دئے۔ پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ تم مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعوائے خلافت میں) سچے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تو پاک ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ تو نے ہمیں بتایا ہے تو ہی زیادہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (تب اللہ نے) فرمایا اے آدم تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے انہیں ساری چیزوں کے نام بتا دئے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام (پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں) اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو (البقرہ ۳۱، ۳۳)

ان آیات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم دیا گیا تھا وہ اشیاء کا علم تھا جس کو قرآنی اصطلاح کے مطابق "علم اسماء" کہا جا سکتا ہے۔ یعنی دنیا بھر میں جو چیزیں موجود ہیں ان کے نام اور ان کے آثار و خواص۔ جیسا کہ مفسرین نے اس کی شرح و تفسیر کی ہے اور راقم سطور نے اس موضوع پر مفصل بحث اپنی دیگر تصنیفات میں کی ہے۔ لہٰذا اس موقع پر اس کی مزید تفصیل تحصیل حاصل ہے۔

غرض اس کی مزید تصدیق و تائید قرآن ہی کے حسب ذیل دو مقامات سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں پر انسان کی تخلیق کے تذکرہ کے بعد خصوصی طور پر علم مظاہر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اقراء باسم ربك الذى	پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے (تمام مخلوقات
خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔	کو) پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون
(علق ۱-۲)	سے پیدا کیا۔

یہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی وحی ہے جو علم اور تعلیم سے متعلق ہے۔ اور علم و تعلیم کا اولین نکتہ ربوبیت اور تخلیق عام سے متعلق ہے، خاص کر تخلیق انسانی سے جو خلاق عالم کی ربوبیت کا ایک تخلیقی شاہکار ہے اس بنا پر باری تعالیٰ نے اپنی خلاقیت و ربوبیت کے ثبوت کے طور پر سب سے پہلے خود انسان کو پیش کیا ہے۔ جس کے وجود میں خدا کے وجود کے حیرت انگیز دلائل ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔

و فی انفسکم افلا تبصرون ۰	اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی (وجود باری کے
(ذاریات ۲۱)	دلائل) موجود ہیں۔ کیا تم دکھائی نہیں دیتا۔

اور ان دلائل کے جائزہ کے لئے حیاتیات (BIOLOGY) اور نفسیات (PSYCHOLOGY) وغیرہ کو کھنگالنا پڑتا ہے۔ جب کہیں جا کر نئے نئے اور جدید تر دلائل و شواہد مل سکتے ہیں۔ جو موجودہ منکرین و معاندین پر اتمام حجت کر سکتے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

الرحمٰن ۔ علم القرآن ۔ خلق الانسان	(خدائے) رحمان نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان
علمه البيان ۔ الشمس والقمر	کو پیدا کر کے اسے بولنا سکھایا (پھر یہ تعلیم دی
بحسبانٍ و النجم والشجر يسجدان ۔	کہ) آفتاب و ماہتاب ایک حساب سے چل رہے ہیں
والسماء رفعها و وضع الميزان	بے تنے کے اور تنے دار درخت اللہ کی اطاعت

الّا تطغوا فی المیزان ○

(رحمان - ۱-۸)

ہیں لگے ہوئے ہیں۔ اس نے آسمان کو بلند کر کے اس میں میزان رکھ دیا ہے۔ (پھر تمام مظاہر کو حکم دیا کہ) تم اس میزان سے تجاوز نہ کرو۔

ان آیات میں تین باتوں کی تصریح کی گئی جو یہ ہیں:

۱- خدائے رحمان نے انسان کو قرآن کی تعلیم دی اور اسے قرآنی علم سے نوازا۔

۲- اس نے انسان کو پیدا کر کے اسے بولنا سکھایا تاکہ علم اور تعلیم کی راہیں ہموار ہو سکیں۔

۳- پھر اس نے انسان کو بتایا کہ آفتاب و ماہتاب اور حجر و شجر سب کے سب صانع عالم کی جانب سے مقرر کردہ تکوینی ضوابط کی پابندی کر رہے ہیں یعنی اللہ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کے حکم سے ذرا بھی سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ پوری مادی کائنات زمین سے لے کر آسمان تک اور حجر و شجر سے لے کر اجرام سماوی تک تمام کے تمام اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے لحاظ سے ایک عظیم الشان "میزان" کا نمونہ پیش کر رہے ہیں اور اس میں انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ جب تمام مظاہر عالم اطاعت الٰہی میں لگے ہوئے اپنے اپنے طبعی و تکوینی فرائض بحسن و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ اور اپنے خالق و مالک کے حکم سے سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔ تو پھر انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی اپنے خالق و مالک کے احکام سے سرتابی نہ کرے۔ اور اس کے حکم کی عدولی سے بچے۔ کیونکہ اس مادی کائنات میں انسان ہی ایک ہستی ہے جو اپنے ارادہ و اختیار کے اعتبار سے تمام مظاہر عالم پر فوقیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اسے اپنے ارادہ و اختیار کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اپنے رب سے باغیانہ رویہ اختیار کرنے سے باز آنا چاہیئے۔ بلکہ اسے اپنے رب کا احسان مانتے ہوئے "کائناتی میزان" کی مطابقت کرنا چاہیئے۔ ورنہ "میزانی نظام" میں خلل باقی رہے گا۔

مظاہر فطرت کا سب سے بڑا سبق غرض ان آیات کی رو سے یہ قرآن کی اولین تعلیم و تلقین ہے کہ انسان سب سے پہلے مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں کا علم سیکھے۔ جن میں اس کی عبرت و بصیرت کا پورا پورا سامان ودیعت کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ مظاہر عالم انسانی کردار و کیریکٹر کو درست کرنے اور اسے اپنے باغیانہ رویہ سے روکنے کے سلسلے میں ایک نمونہ اور آئیڈیل کا کام دے رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ انسان کو نظم و ضبط کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور انتشار و پراگندگی سے اسے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مادی کائنات

ہیں جدھر بھی نظر ڈالئے نظم و ضبط (ڈسپلن) کا مظاہرہ دکھائی دیتا ہے۔ ہر شے اور ہر مظہر فطرت اپنے لگے بندھے ضوابط کی ادائیگی میں مشغول ہے۔ نباتات اپنے فرائض برابر انجام دے رہے ہیں۔ حیوانات اپنے فطری و جبلی ضوابط کے تحت رواں دواں ہیں۔ بادل اور ہوائیں اپنے لگے بندھے اصولوں کو ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کر رہے ہیں۔ اجرام سماوی اور خصوصاً آفتاب و ماہتاب کے ذمہ جو امور سپرد کئے گئے ہیں وہ انہیں برابر انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح فرش سے لے کر عرش تک تمام موجودات عالم اپنی اپنی ڈیوٹیاں انجام دینے میں چاق و چوبند نظر آ رہے ہیں۔ اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔

و له اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً و کرھا و الیہ یرجعون۔ (آل عمران۔ ۸۳)	زمین اور آسمان میں جو کوئی بھی (اور جو کچھ بھی) ہے وہ سب کے سب اپنی خوشی سے (ارادی طور پر) یا لاچاری سے (طبعی ضوابط کے تحت جبری طور پر) اللہ ہی کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اور (انجام کار) اسی کے پاس لوٹ کر جا رہے ہیں۔

اسی طرح یہ تمام مظاہر و موجودات (جو دراصل انسان ہی کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں) انسان کو اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ کہ وہ بھی ان کے سُر میں سُر ملا کر ان کا ہم ساز و ہمساز بن جائے۔ اسی طرح فطرت و شریعت کا ساز ایک ہو جائے گا۔ اور نتیجے کے طور پر انسان اپنی عاقبت بھی درست کر لے گا۔ ورنہ اپنے آقا و مالک کے احکام سے سرتابی کی پیدائش میں اس کا انجام برا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اپنے خالق و پالنہار کی اطاعت و فرماں برداری ہے۔ اور اس اعتبار سے انسان جب تک اپنے مشفق و مہربان رب کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرے گا فطرت و شریعت میں مغائرت رہے گی۔ لہذا ان دونوں میں مطابقت و ہمنوائی ضروری ہے تاکہ زمین سے لے کر آسمان تک یک رنگی آ جائے انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا کرم و احسان یہ ہے کہ اس نے تمام مظاہر کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ لہذا اسے اپنے مشفق و مہربان رب کی آواز پر کان دھرنا چاہیئے۔ اور ناشکری و احسان ناشناسی کا رویہ اختیار کر کے اسے ناراض کرنے سے باز آنا چاہیئے۔

غرض اس اعتبار سے یہ سب سے بڑا سبق ہے جو انسان کو مظاہر عالم کے مطالعہ سے حاصل ہو رہا ہے اور اس اعتبار سے ان مظاہر اور ان کی "سیر توں" کے تفصیلی مطالعہ کی بے انتہا اہمیت ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں ان کے مطالعہ کی اس قدر تاکید کی گئی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس موقع پر کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر ان علوم کی اس قدر اہمیت ہے تو پھر اسلام کے اولین دور میں اس قسم کی تعلیم و تربیت عملاً کیوں نہیں کی گئی؟ تو اس موقعہ پر یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔ کہ ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں جس دور میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق کتاب الٰہی ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔ اسلام کے دور اول میں چونکہ ان علوم کا زور نہیں تھا بلکہ وہ اس وقت اپنے طفلانہ دور سے گذر رہے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر ان کی حاجت نہیں تھی۔ مگر اب چونکہ وہ بالکل جوان اور عالم شباب میں ہیں لہٰذا اب ان کا زور توڑنے کے لئے ان علوم و مسائل سے تعرض کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خدائی ہدایت و راہ نمائی کے مطابق جدید انسان پر حجت پوری ہو جائے۔ اس طرح کتاب الٰہی ہر دور کے تقاضوں کے مطابق نوع انسانی کی ہدایت و راہ نمائی کی صلاحیت بدرجہ اتم رکھتی ہے۔

ان علوم کے حجت ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ کتاب الٰہی میں ان کا تذکرہ خصوصی اہمیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر ان علوم کی ضرورت نہ ہوتی یا اگر وہ بے کار و بے فائدہ ہوتے تو پھر کتاب اللہ میں ان سے مطلق تعرض نہ کیا جاتا۔ اس اعتبار سے ان علوم کی ضرورت و اہمیت کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا نہ صرف حقائق و واقعات کا انکار ہے۔ بلکہ خود کتاب اللہ سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت ہے جو بالکل ایک مظاہرہ ہے اور یہ بات خدائے علیم و خبیر کے مقابلے میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے برابر ہے گویا کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ بڑا اور دور اندیش ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے اور یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ مستقبل کے اعتبار سے کس کس دور میں کیا کیا فکری و نظریاتی فتنے برپا ہو سکتے ہیں اور ان فتنوں کو کچلنے کے لئے اپنی کتاب کو بطور پیش بندی کس کس قسم کے ہتھیاروں سے مسلح کرنا چاہئے۔ لہٰذا ایک مومن و مسلم کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے حالات و کوائف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ابدی کتاب میں نظر ڈالے اور اپنے دور کی راہنمائی کے لئے اسے جو ہدایتیں اسمیں مل سکتی ہیں انہیں وہ خوشی خوشی لے لے اور ان کے مطابق وہ اپنے دور کے باطل افکار و نظریات کا پوری پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے دین کی ابدی حقانیت ثابت کرے۔ (جاری ہے)